اجتہاد کا حقیقی تصور، مشروعیت اور عصرِ حاضر میں ضرورت واہمیت

The concept of Ijtihad, its legitimacy, need and importance in the present age

ڈاکٹر نبیلہ فلک*

Abstract:

According to the fiqh, Ijtihad is the name of effort and to boost once capacity to discover shariah ruling about a new situation in the light of Quran and Sunnah. Islam allowed Muslims to continuously adopt the changing conditions and advances the society through the process of Ijtihad. Quran has given the fundamental principles and Muslim scholars must interpret these principles wisely in the light of Quran and Sunnah, in accordance with the spirit of time in which we live. Research problem regarding Ijtihad is, there are two extremes about the concept of Ijtihad. Some modern thinkers and philosophers have misinterpreted the principle of Ijtihad, they think that every person having little knowledge of Islamic teachings is eligible to do Ijtihad and there are no conditions and principles for doing Ijtihad. On the other hand, some keep themselves limited with Quran and Sunnah. In this paper we have given the concept of Ijtihad according to the venerable Ulema-e-Fiqh. In this research article, it is tried to describe the real concept, authenticity of Ijtihad and the evolutionary aspect of Ijtihad in Muslim society, and about the importance of Ijtihad to address the needs of Muslim societies with reference of contemporary world.

Keywords: Ijtihad, real concept, importance, authenticity, contemporary

تعارف:

اسلام اس وقت دنیا میں تیزی سے پھیلتا ہوا مذہب ہے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ اس دین میں بدلتے ہوئے حالات کے ساتھ چلنے کی صلاحیت موجود ہے۔ قرآن و حدیث میں بنیادی اصول واضح کر دیئے گئے ہیں، جن کی روشنی میں ہر دور کے علماء و فقہاء بدلتے ہوئے حالات کے مطابق اجتہاد کر کے پیش آمدہ مسائل کا حل پیش کرتے

*اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف لاہور، سرگودھا کیمپس nabeelafalak@gmail.com

ہیں۔ اجتہاد کا طریقہ کار نہ صرف قرآن و سنت پر مبنی ہے ، بلکہ اجماع ، قیاس کے علاوہ استحسان ، مصالح مرسلہ اور استصحاب جیسے اصولوں پر مشتمل ہے۔ اجتہاد ایک ایسا طریقہ کار ہے جس کے زریعے نہ صرف پیش آنے والے مسائل کا حل تلاش کیا جاتا ہے ، بلکہ اجتہاد حکم الہیٰ اور ہر دور کی مخصوص ضروریات کے درمیان ایک پل کی تشکیل کرتا ہے اور جدید ترقی یافتہ دور کے مسائل و حالات کی وجہ سے پیش آنے والے مسائل پر اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تشریح و توضیح کرتا ہے۔

"اجتہاد کی اہمیت اور ضرورت سے انکار کسی طور ممکن نہیں۔ انسانی زندگی ارتقاء اور مسلسل تبدیلیوں سے عبارت ہے۔ ثبات اک تغیر کو ہے زمانے میں قوموں اور تہذیبوں کی بقاء کا راز اس امر میں پنہاں ہوتا ہے ، کہ وہ تبدیلیوں کے مسلسل عمل کے نتیجے میں پیدا شدہ مسائل کا حل کس طرح ڈھونڈتی ہیں۔ اگر قومیں اور تہذیبیں اس کام میں جمود اور ٹھہرائے کا شکار ہو جائیں تو وہ اپنے وجود کے خلاف دلیل قائم کرتی ہیں۔"[1]

بلاشبہ اسلام ایک مکمل ، متحرک عالم گیر ، غالب اور تا قیامت قائم و دائم رہنے والا دین ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے:
اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ وَرَضِیۡتُ لَکُمُ الۡاِسۡلَامَ دِیۡنًا۔[2] (آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو دین پسند کیا۔)

اسلام ان معنوں میں مکمل دین ہے کہ زندگی کے ہر گوشے سے متعلق تفصیلی رہنمائی اور ہدیت دیتا ہے۔ لیکن وہ کبھی اس کا قائل نہیں ہے کہ معاشرہ بجائے خود ساکن ہے اور اس میں کبھی رد و بدل نہیں ہو گا یا یہ کہ معاشرہ کو ان سطحوں سے آگے نہیں بڑھنا چاہیے ، کہ جن سطحوں پر یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں فائزہ تھا۔

"زمانہ رواں دواں ہے ، ہر زمانے میں نئے نئے تقاضوں اور نئے نئے مسائل کے ساتھ آگے بڑھتا رہتا ہے یا کم از کم تغیر پذیر تو بہر آئینہ ہے۔ اس کا کام اس کے مقابلے میں صرف یہ ہے کہ ان تبدیلیوں میں یہ اس کی ٹھیک ٹھیک راہ نمائی کرے اور بتائے کہ ان حالات میں ان مسائل کا حل جو تاریخ کی اضطراری چال سے ابھر آئے ہیں ، یہ ہے اس کا منصب نہ تو زمانے کی رفتار کو روکنا ہے اور نہ یہ کہ زندگی کی عمارت کو ، معاشرہ کی پرانی بنیادوں ہی پر قائم رکھے اس کا دعویٰ یہ ہے کہ فکر و عمل کی ہر ہر تبدیلی کے باوجود ، اس کا پیغام ایسا ساز گار اور صحیح ہے کہ اس کو اپنائے بنا کوئی چارہ نہیں اور بے شک یہی دین غالب آنے کے لیے ہے"۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:
هُوَ الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰی وَدِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡهِرَهٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّهٖ ۙ وَلَوۡ کَرِهَ الۡمُشۡرِکُوۡنَ۔[3] (وہی تو ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تا کہ اس کو (دین کو) (دنیا کے تمام) ادیان پہ غالب کر دے اگرچہ کافر ناخوش ہی ہوں۔)

"دین اسلام کا خمیر ابدی اور پختہ اصولوں اور عقائد پر اٹھایا گیا ہے۔ جو ہر زمان و مکان میں انسان کے لیے راہ ہدایت اور باعث کلام ہے۔ دین اسلام کا آج کے دور میں متحرک دین ہونے اور قیامت تک انسانی رہنمائی کا بجا طور یہ دعوی کرنا اس بات کا ثبوت ہے کہ اس کے مزاج میں ٹھہراو اور جمود نہیں ہے۔ ورنہ اس کا دامن کارہائے نمایاں سے خالی ہوتا، اس کی فطرت میں انسانی مسائل کے حل کے لیے تڑپ نہیں ہوتی اور اسلامی تہذیب بھی گم گشتہ تہذیبوں کی فہرست میں ایک اضافہ ہوتی۔"[4]

مسئلہ تحقیق:

اجتہاد کے عمل میں حائل بڑی رکاوٹ فقہی جمود ہے اور اس جمود کی وجوہات میں کچھ غلط فہمیاں ہیں بعض دانشور حضرات اجتہاد کا معنیٰ و مفہوم سمجھے بغیر نہ صرف موضوع پر اظہار خیال کرتے ہیں بلکہ عموماً سمجھتے ہیں کہ اجتہاد سے مراد کسی مسئلہ پر آزادانہ رائے قائم کرنا ہے حالانکہ آزادانہ رائے اور خواہش نفس سے رائے قائم کرنے کا اجتہاد سے دور کا واسطہ بھی نہیں ہے دوسری رکاوٹ وہ افراط و تفریط کا رویہ ہے جو اجتہاد کے بارے میں اختیار کیا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں اصحاب فکر و دانش کے دو طبقات ہیں جن میں سے ایک طبقہ وہ ہے جو اجتہادی صلاحیتوں کے آزادنہ غور و فکر کے استعمال کو جائز اور ضروری خیال کرتا ہے اور دوسرا طبقہ اپنی تمام تر افکار کو قرآن و سنت میں صراحت سے بیان کردہ معاملات تک محدود رکھتا ہے اور اجتہاد کی حجیت اور قانون حیثیت کا قائل نہیں ہے۔

سابقہ تحقیقات کا جائزہ:

اجتہاد کا موضوع بے حد اہمیت کا حامل ہے، اس لیے اجتہاد اور اسکے مختلف پہلوؤں پر بہت علمی کام ہوا ہے۔ عربی زبان کے ساتھ ساتھ اردو زبان میں بھی علماء و فقہاء نے اجتہاد کے مختلف پہلوؤں پر کتب تحریر کیں۔ بیشتر علماء و محققین نے اجتہاد کی تعریفات، مجتہد کے اوصاف و شرائط، آغاز وارتقاء اور اصولوں پر بحث کی ہے۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ کی، عقد الجید فی الاحکام الاجتہاد و تقلید، محمد سلام مدکور، مناہج الاجتہاد، ثناء اللہ امرتسری، رسالہ الاجتہاد والقلید، محمد حنیف ندوی، مسئلہ اجتہاد اور محمد تقی امینی کی کتاب، مسلہ اجتہاد پر تحقیقی نظر، میں اجتہاد کے متعدد اہم پہلوؤں پر بحث کی گئی ہے۔ کتب کے علاوہ تحقیقی مقالات میں محمد میاں صدیقی، آئمہ اربعہ کے اصول، اجتہاد، جمیلہ شوکت (مرتبہ) عصرِ حاضر میں اجتہاد اور اس کی قابلِ عمل صورتیں، طاہر منصوری مرتب اجتماعی اجتہاد، تصور ارتقاء اور عملی صورتیں، عبدالرحمٰن مدنی، اصولِ اجتہاد فی الجامع الصحیح، المختصر من امور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسننہ و ایامہ، محمد اسماعیل بخاریؒ، الطاف حسین، اجتماعی اجتہاد شامل ہیں۔ اس کی روشنی میں مقالہ ہذا کی اہمیت بڑھ جاتی ہے۔

اجتہاد کی ضرورت واہمیت:

علماء فقہاء ہر دور میں اجتہاد کی ضرورت واہمیت کے قائل رہے ہیں۔ اجتہاد ہی وہ راستہ ہے جس پر عمل کر کے مسلم معاشرے ترقی کی رہ پر گامزن ہو سکتے ہیں:

"اگر کوئی شخص معاشرہ کے ارتقاء کا قائل ہے اور اسے جامد نہیں سمجھتا اور نہ یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ معاشرے کو ہمیشہ پیچھے کی طرف لوٹنا چاہیے۔ مذہب کا تصور اس کے نزدیک ہر گز یہ نہیں ہو سکتا کہ پہلے سے وہ اپنی کتاب ہدایت میں ایسی مکمل جزئیات و فروغ کا نقشہ رکھتا ہے، کہ ان کے ہوتے ہوئے کسی زمانے میں بھی غور وفکر کی ضرورت محسوس نہیں ہو گی۔ کیونکہ مذہب کے بارے میں یہ عقیدہ وہ شخص رکھ سکتا ہے جو یا تو اس فطری قانون سے آگاہ نہیں، کہ تاریخ ہمیشہ ورق الٹتی ہے۔ اور فکر و عمل کی قدریں بدلتی رہتی ہیں اور یا وہ مذہب کو ایک زمانے تک کے لیے محدود سمجھتا ہے اگر ایک شخص ایک طرف اس ہمہ گیر سچائی پر ایمان رکھتا ہے کہ اس دنیا میں تبدیلی میں زندگی ہے اور انقلاب و تغیر کی ہوائیں، گلشن ہستی میں برابر چلتی رہیں گی اور دوسری طرف وہ یہ بھی سمجھتا ہے کہ کبھی معاشرہ مذہب کی روشنی سے بے نیاز نہیں ہو سکے گا مگر اس کا مذہب کے بارے میں یقیناً یہ عقیدہ ہو گا کہ اگرچہ زندگی کا ایک متعین اور نپا تلا نظام ہے اور اس میں تمام ضروری تفصیلات کا تذکرہ ہے تاہم اس میں کچھ مضمرات ایسے بھی ہیں جن کے اطلاقات نے ہنوز تعین کی شکل اختیار نہیں کی اور ان کے ظہر پذیر ہونے کا ٹھیک ٹھیک وقت ابھی نہیں آیا مجتہد کی حقیقت اس سے زیادہ نہیں ہے کہ وہ ان مضمرات کو ٹٹولے جو پہلے سے موجود ہیں اور کتاب و سنت کے عمومات سے اسے زندہ و کاربند اصول دریافت کرے، جن کا وقت کی مناسب جزئیات پر اطلاق ہو سکے۔ اجتہاد کی اس تعبیر سے واضح ہو جاتا ہے کہ یہ انسان کی اجتماعی زندگی کے لیے کتنا ضروری ہے اور یہ کہ اس کے بغیر مدنیت وارتقاء کی گاڑی ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھ سکتی"[5]۔

اسلام حیات انسانی کے بارے میں تنگ نظری کا رویہ نہیں رکھتا، وہ زندگی کے گوشوں کو پھیلتا پھولتا ہوا دیکھنا چاہتا ہے اور زندگی کے ارتقاء وترقی میں حائل رکاوٹوں کو دور کرتا ہے اور سہولت پیدا کرتا ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے:

يُرِيْدُاللهُ بِكُمُ الْيُسرَ وَلَايُرِيْدُبِكُم العسرَ[6] (اللہ تمہارے ساتھ آسانی چاہتا ہے اور سختی نہیں چاہتا۔)

انسانی زندگی میں پیش آنے والے ایسے حوادث و مسائل جن کے بارے میں شریعت اسلامی کے بنیادی ماخذ قرآن وسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کوئی صریح حکم نہیں ملتا، اسلام ان مسائل کو حل کرنے کے لیے ایک طریقہ فراہم کرتا ہے جو اجتہاد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو منصب نبوت عطا فرمانے کے ساتھ آپ

صلی اللہ علیہ وسلم کو تشریعی اختیارات بھی دیئے تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام کو اجتہاد کی تربیت دی اور یوں شرعی احکام کے استخراج واستنباط کا کام امت مسلمہ کو تفویض ہوا، اب نبوی دور نہیں ہے کہ کسی مسئلہ کے حکم کے لیے وحی الٰہی کا انتظار کیا جائے بلکہ اب مسائل کے حل کی ذمہ داری امت مسلمہ کے مجتہدین پر ہے۔ کہ وہ غور وفکر اور تلاش وجستجو کریں اور اجتہاد سے کام لیں۔

"اجتہاد ہی وہ طریقہ ہے جس سے نت نئے مسائل حیات کا حل تجویز کیا جاتا ہے اور انسانی زندگی کے تسلسل میں جمود اور ٹھہراو نہیں آتا۔ اجتہاد ایک سرچشمہ ہے اور رائے اور عقل پر مبنی مآخذ مثلاً قیاس، استحسان، استصلاح اور استدلال وغیرہ بالواسطہ یابلاواسطہ اسی "سرچشمہ" سے نکلی ہوئی نہریں ہیں۔ دین اسلام پر کار بند اور ہمیشہ قائم رہنے والی ملت اسلامیہ کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایسے رجال کار عطا ہوتے رہیں گے، جو اسلام کی ابدیت اور اکملیت کے دعویٰ کی سچائی قائم رکھیں گے، انسانوں کی زندگی سے تنگی ومشقت دور کرتے رہیں گے اور ہر دور کے پیچیدہ انسانی مسائل کا حل قرآن وسنت کے مجموعی مزاج کی روشنی میں پیش کرتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ملت اسلامیہ کو امت وسط بنایا ہے جو ایک دیانتدار امت کے طور پر پہچانی جاتی ہے، اور جو جس طرح مسجدوں میں اپنی عملی زندگی کا مظاہرہ کرتی ہے بلکہ اسی طرح سے بازار، کارخانے، عدل وانصاف اور حکومت کے ایوان بھی ملت اسلامیہ کے اس رجحان کے عکاس ہیں جس میں وحی الٰہی کی جھلک دیکھی جاسکتی ہے۔ ملت اسلامیہ کے ہر دور میں اس کی ضروریات اور وقت کے تقاضوں کے مطابق مجتہدین کا پایا جانا ضروری ہے۔"[7]

اجتہاد کا حقیقی تصور:

اجتہاد کی صحیح اور جامع تعریفات کو سمجھنے سے اس کے درست مفہوم اور تصور کو سمجھا جاسکتا ہے۔ فقہاء ومجتہدین نے اجتہاد کی مختلف تعریفات بیان کی ہیں، جن کو ذیل میں بیان کیا جاتا ہے تاکہ اجتہاد کہ حقیقی مفہوم کو سمجھا جاسکے۔

اجتہاد سے مراد کسی کام کی انجام دہی میں ایسی انتہائی کوشش اور طاقت صرف کرنا کہ جس میں محنت ومشقت برداشت کرنا پڑے۔ اصطلاحی طور پر علماء وفقہاء نے اجتہاد کے مختلف معنی بیان کئے ہیں۔

امام شافعیؒ الرسالۃ میں اجتہاد پر اصولی بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "عقل وحواس اور علم کی بنیاد پر دلائل کے ذریعے کسی بات کو ثابت کرنا اجتہاد کہلاتا ہے۔ لیکن اس سارے عمل میں اللہ تعالیٰ سے استعانت اور اس کی طرف توجہ ورغبت بہت ضروری ہے"[8]۔ شریعت میں جس اجتہاد کا اعتبار کیا گیا ہے وہ کتاب اللہ یا سنت رسول ﷺ سے دلیل تلاش کرنے میں جدوجہد کرنا ہے۔

ابو الحسن ماوردیؒ کے نزدیک اجتہاد کا مفہوم ہے:
ھو طلب الصواب بالامارات الدالۃ علیہ۔[9] (یعنی اجتہاد قرائن و دلائل کے ذریعے صحیح بات کو پا لینے کا نام ہے۔)
اکثر فقہاء نے اس تعریف کو قبول کیا ہے۔
علامہ سیف الدین آمدیؒ اجتہاد کی تعریف یوں بیان کرتے ہیں کہ "استفراغ الوسع فی طلب الظن بشیء من الاحکام الشرعیہ علی وجہ یحس من النفس العجز عن المزید علیہ۔"[10]
اسی طرح سے علامہ شاطبیؒ اجتہاد کے بارے میں لکھتے ہیں:
الاجتہاد ھو استفراغ الجھد و بذل غایہ الوسع، اما ادراك الاحکام الشرعیہ و اما فی تطبیقیھا[11]۔ (یعنی اجتہاد اپنی حتی المقدور اور انتہائی کوشش صرف کرنے کا نام ہے خواہ یہ کوشش شرعی احکام معلوم کرنے کے لیے ہو یا ان کی تطبیق کے لیے۔)
ان تعریفوں میں اجتہاد کی وسعت اور گہرائی واضح طور پر سامنے آجاتی ہے۔ فقہاء متاخرین نے بھی اجتہاد کی مختلف تعریفات بیان کی ہیں، ڈاکٹر وحبہ زحیلی اجتہاد کے بارے میں لکھتے ہیں:
ان الاجتھاد ھو عملیہ استنباط الاحکام الشرعیہ من ادلتھا التفصیلیہ فی الشریعہ[12]۔ (اجتہاد احکام شریعہ کا عملی استنباط کرنا ہے شریعت کے تفصیلی دلائل سے۔)
دین میں اجتہاد کوئی نئی چیز پیدا کرنے کا نام نہیں ہے بلکہ نئے پیدا ہونے والے مسائل کے بارے میں شریعت کا حکم یا نقطہ نگاہ دریافت کرنے کا نام ہے۔
ڈاکٹر محمود احمد غازی بڑے وضاحتی انداز میں اجتہاد کی تعریف بیان کرتے ہوئے بہت سارے نکات کو واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "اجتہاد کے معنی شریعت کے کسی حکم میں تبدیلی کے نہیں ہیں شریعت میں تو کوئی تبدیلی نہیں کر سکتا۔ قرآن پاک اور سنت کے احکامات قطعی اور دائمی ہیں اور ہمیشہ کے لیے ہیں جہاں تبدیلی کی گنجائش ہے اس کا ذکر خود قرآن و حدیث میں آگیا ہے اس گنجائش کے علاوہ کوئی نرمی یا تبدیلی یا ترمیم، تنسیخ شریعت کے احکام میں نہیں ہو سکتی لہذا اجتہاد کے یہ معنی تو بالکل نہیں ہیں کہ جہاں کسی حکم پر عمل میں مشکل پیش آئے تو اجتہاد سے اسے تبدیل کر دیا جائے۔ اجتہاد کے یہ معنی ہیں کہ کسی ایسی صورت حال میں جس کے بارے میں قرآن و سنت میں براہ راست کوئی حکم موجود نہ ہو قرآن و سنت کے احکام پر غور کر کے اس کا حکم معلوم کیا جائے۔ حکم شریعت کی دریافت کے اس عمل کا نام اجتہاد ہے"[13]۔

مندرجہ بالا بیان کردہ تعریفات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اجتہاد مجتہد کی اُس انتہائی کوشش کا نام ہے جو فقہ اسلامی کے تفصیلی دلائل سے بذریعہ استنباط کسی شرعی عملی حکم کے حصول میں کی جائے۔ اس حد تک طاقت صرف کی جائے کہ مزید کوشش کی گنجائش اور سکت باقی نہ رہے اور یہ گمان غالب حاصل ہو جائے کہ نئے مسئلے کا جو حکم اخذ کیا گیا ہے وہی شریعت کا مقصود و منشاء ہے۔

اجتہاد کی مشروعیت:

اجتہاد کی مشروعیت قرآن مجید، سنت رسول ﷺ، تعامل صحابہ اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ قرآن مجید کی متعدد آیات اجتہاد کی تشریعی حیثیت کو واضح کرتی ہیں۔ ارشاد باری تعالی ہے:

فاعتبروا یااولی الابصار[14]۔

امام سرخسیؒ فرماتے ہیں کہ "یہ آیت اجتہاد کے جواز پر دلالت کرتی ہے فقہی لحاظ سے اعتبار کا مطلب ہے کسی چیز کے حکم کو اس چیز کی نظیر کی طرف لوٹانا۔"[15]

امام شافعی فرماتے ہیں کہ "اس آیت کے شان نزول اور سیاق وسباق سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں یہودیوں کے ایک قبیلے کی بد عہدی اور وعدہ خلافی کی طرف اشارہ ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ان کی بد عہدی کا عمل ہوا تو انہیں مدینہ منورہ سے نکل جانے کا حکم دیا۔"[16]

"استدلال و استنباط احکام کا ایک اسلوب یہ بھی ہے کہ اشباہ و نظائر کو بنیاد بنا کر نتائج اخذ کئے جائیں۔ اسی طرح تاریخی واقعات اور قوموں کے عروج و زوال کے واقعات محض قصے اور کہانیوں کے طور پر نہ پڑھے جائیں بلکہ ان تمام واقعات میں پنہاں اسباب و علل کا کھوج لگا کر صحیح نتائج تک پہنچنے کی کوشش کی جائے۔ تاریخ کے ہر واقعہ میں کوئی نہ کوئی درس عبرت پنہاں ہوتا ہے۔ دانش مندی کا تقاضا یہ ہے کہ اس سے نصیحت حاصل کر کے اپنی زندگیوں کو ان برائیوں سے بچایا جائے جن میں ماضی کی اقوام مبتلا تھیں اور جن کی وجہ سے ان کا زوال ہوا، ان قدروں اور خوبیوں کو اپنانا چاہیے جن کی وجہ سے قوموں کو عروج و استحکام حاصل ہوتا ہے۔ ایک صاحب بصیرت عالم اور مجتہد کا کام ہے کہ وہ صحیح اسباب و علل کا کھوج لگائے ان کا تجزیہ کرے اور نتائج حاصل کرنے کے لیے استدلال و استنباط سے کام لے۔"[17]

ہمارے فقہاء کرام نے بصیرت و ذہانت کے ساتھ قرآن کریم کی آیات سے استدلال کیا ہے۔ امام شافعیؒ سورۃ بقرہ کی درج ذیل آیت سے استدلال کرتے ہیں :

وَ مِنۡ حَیۡثُ خَرَجۡتَ فَوَلِّ وَجۡہَکَ شَطۡرَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ وَ حَیۡثُ مَا کُنۡتُمۡ فَوَلُّوۡا وُجُوۡہَکُمۡ شَطۡرَہٗ[18]۔ (تم جہاں بھی نکلو (نماز پڑھنے) اپنا منہ مسجد حرام کی طرف کر لیا کرو اور تم جس جگہ بھی ہو اپنا رخ اسی مسجد کی طرف کیا کرو۔)

"حالتِ سفر میں جب انسان اسے مقام پر ہو جہاں قبیلے کی صحیح سمت معلوم نہ ہو سکے تو ایسی صورت میں قبلہ کی طرف رخ اجتہاد کی ہی بنیاد پر ہوتا ہے۔ نماز پڑھنے سے قبل قبلہ کا رخ جاننے کے لیے کائنات میں موجود کچھ علامات کو دیکھ کر اپنے تمام حواس کو استعمال کر کے یہ جاننے کی کوشش کرنا چاہیے کہ قبلہ کس طرف ہو سکتا ہے، چاند اور سورج کی حرکت، ستاروں کی گردش کو دیکھ کر پتہ چلانا کہ مسجد حرام کس سمت میں واقع ہے۔" کیونکہ قرآن مجید میں ہے:
وَعَلٰمٰتٍ وَ بِالنَّجۡمِ ہُمۡ یَہۡتَدُوۡنَ[19]۔ (اور راہوں میں اللہ تعالیٰ نے نشانات بنا دیئے ہیں اور لوگ ستاروں سے بھی راستے معلوم کرتے ہیں۔)

ان علامات اور سیاروں کی گردش کے مطالعے اور اپنی عقل وذہانت کے استعمال کے نتیجہ میں جس جہت پر اطمینانِ قلب ہو جائے انسان اسی طرف منہ کر کے نماز پڑھ لے۔ جہت قبلہ معلوم کرنے کا یہ سارا عمل امام شافعیؒ کی رائے میں اجتہاد کی ایک صورت ہے[20]۔ اس طرح سے متعدد آیات جو اجتہاد کے ثبوت پر دلالت کرتی ہیں اور اس بات کی دعوت دیتی ہیں کہ دلائل سامنے رکھ کر حالات و آثار کا جائزہ لیں اور شریعت کے مخفی حکم کو ظاہر کریں واقعات کو اس کے سارے پس منظر میں پرکھنا اور محرک قوتوں کے مقاصد و عزائم کو سمجھنے کی کوشش کرنا ایک استدلالی انداز ہے اور یہ اجتہاد ہی کا ایک اسلوب ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے متعدد بار اجتہاد فرمایا حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے، آپؐ نے فرمایا:

انی انّما اقضی بینکم برایٔ فیما لم ینزل علی فیه[21]۔ (میں ایسے معاملہ کے بارے میں جس میں مجھ پر کچھ نازل نہیں ہوتا اپنی رائے سے فیصلہ کروں گا۔

اجتہاد کا تاریخی ارتقاء:

عہد رسالت میں اجتہاد کی ضرورت پانچویں ہجری میں زیادہ پیش آئی جب اسلامی معاشرہ سرزمین حجاز سے نکل کر دور دراز علاقوں میں پھیل گیا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کے قیام اور مسلمانوں کے امور کی نگرانی کے لیے اُن علاقوں میں اپنے تربیت یافتہ صحابہ کرامؓ کو انتظامی اور عدالتی ذمہ داریاں سپرد کیں اور صحابہ کرامؓ کو اجتہاد کی تربیت دی کہ اگر لوگوں کو ایسے مسائل پیش آجائیں جن کے بارے میں قرآن و سنت سے براہِ راست کوئی

رہنمائی نہ مل سکے تو انہیں قرآن و سنت کی دی ہوئی اصولی ہدایات کی روشنی میں حل کرنے کی کوشش کی جائے۔ درپیش مسئلے کے متعلق شریعت کا نقطہئ نگاہ جاننے کے لیے اپنی تمام تر صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر کسی نتیجے تک پہنچنے کی کوشش کی جائے۔(اس سلسلے میں سب سے اہم اور واضح ثبوت حضرت معاذ ابن جبلؓ والی حدیث ہے اس حدیث کا آخری حصہ براہِ راست اجتہاد سے متعلق ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس سوال پر کہ اگر تم کسی درپیش مسئلے کا حل قرآن و سنت سے نہ پاسکو تو کیا کروگے؟ حضرت معاذؓ نے جواب دیا کہ جتھد برایئ...[22] (میں اس صورت میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور غور فکر کے ذریعے کسی نتیجے تک پہنچنے میں کوئی کوتاہی نہیں کروں گا۔) اس جواب پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشی اور اطمینان کا اظہار فرمایا اور حضرت معاذ ابن جبلؓ کو اس قسم کی صورتحال میں اجتہاد کے ذریعے مسائل حل کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

"عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں نزولِ وحی کے ہر وقت امکان کے باوجود اجتہادات صحابہؓ کے جو واقعات ملتے ہیں اس کی ایک وجہ شاید یہ تھی کہ بندوں کی مصالح کی حفاظت ہو۔ شریعت کا مقصد مصالح کا حصول ہے۔ اگر عہد رسالت میں صحابہ کرام کو اجتہاد کی اجازت نہ ہوتی اور ہر مسئلہ میں اور ہر جگہ پر وحی کی طرف رجوع کرنے کا حکم ہوتا تو ممکن تھا کہ کئی ناگزیر اور ضرورت کے حالات میں انسانی مصالح کا حرج اور نقصان ہو جاتا اور یہ بات شریعت کے مقاصد سے متصادم ہے"[23]۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود متعدد مقامات پر اجتہاد کیا اور صحابہ کرامؓ کو بھی اجتہاد کی اجازت اور تعلیم فرمائی جس کی بے شمار امثلہ احادیث اور اصول کی کتابوں میں موجود ہیں۔ صحابہ کرامؓ کے بعد تابعین نے ان کے اسلوب اجتہاد کو آگے بڑھایا۔ تابعین کے دور میں اجتہاد و استنباط کا دائرہ اور بھی وسیع ہو گیا ایک تو اس لیے کہ نئے نئے واقعات و مسائل کی کثرت ہو گئی اور دوسرے اس لیے بھی کہ ایک جماعت فتویٰ کے لیے گویا وقف ہو گئی تھی۔ ان میں سے بعض وہ حضرات تھے جو نص نہ ہونے کی صورت میں مصلحت شرعی کو بنیاد بنا کر حکم شرعی کا استنباط کرتے تھے۔اور بعض حضرات قیاس کی راہ اپناتے تھے۔

تابعین کے عہد کے بعد آئمہ مجتہدین کے دور میں یہ مناہج استنباط زیادہ واضح ہو جاتے ہیں اور استنباط کے قوانین اور علامتیں نہایت اجاگر ہو جاتی ہیں۔ آئمہ و مجتہدین نے قرآن و حدیث کی روشنی میں اصول اجتہاد وضع کئے اور ان کی روشنی میں لوگوں کے پیش آمدہ مسائل کا شرعی حل پیش کیا۔

بعد کے ادوار میں عقلیت پسندی کی تحریکات اور خلفاء کے استبدادی رویہ نے مسلمانوں کو اجتہاد کو چھوڑ کر قدامت پسندانہ رویہ اپنانے پر مجبور کر دیا۔ اس کی وجہ حکمران طبقہ کی طرف سے اجتہاد کے عمل کا استحصال کیا جانے لگا،

حکمرانوں نے اجتہاد کو طاقت کے بل بوتے پر اپنے مفاد کے لیے استعمال کرنا شروع کر دیا۔ اسی سبب دسویں سے تیرہویں صدی میں بعض علماء نے اجتہاد کا دائرہ محدود کرنے کی کوشش کی، اور اجتہاد کے لیے شرائط سخت کر دیں اور یہ تاثر عام ہو گیا چونکہ شریعت مکمل ہے اس لیے اجتہاد کا دروازہ بند ہو گیا ہے۔ مسلمانوں نے سوال اٹھانا چھوڑ دیا تقلید کو رواج دینا شروع کر دیا گیا، تقلید جمود کی علامت ہے۔ اس تقلیدی رویے نے آہستہ آہستہ مسلمانوں کو زوال کی جانب دھکیل دیا۔

در حقیقت اجتہاد کا دروازہ بند ہونے کا مطلب یہ ہے کہ علماء کے اندر کامل علم کا نہ ہونا اور شریعت کا مکمل ادراک نہ ہونے کی وجہ سے اس کو نئے مسائل پر لاگو کرنے کی اہلیت کا فقدان ہے۔ اسی سبب گزشتہ صدیوں میں اجتہاد کی عملی کوشش کم اور محدود مسائل کے لیے کی گئی شاید یہی وجہ تھی کہ اجتہاد کا دروازہ بند سمجھ لیا گیا۔ امام ابنِ تیمیہؒ نے اسلام کے احیاء کا آغاز کیا اور تقلید کی مخالفت کی۔

اٹھارہوں سے بیسویں صدی کے مفکرین اس نقطہ نظر کے حامی تھے دور عروج کو دوبارہ حاصل کیا جائے۔ اس کے لیے مسلمانوں کا تنقیدی سوچ کو اپنانا ہو گا اسی طرح ہم عملی طور پر اجتہاد کو اپنا سکتے ہیں۔ مسلمانوں کے زوال کی سب سے بڑی وجہ جہالت، عقائد کو غلط سمجھنا اور تقلید ہے۔ عروج کو دوبارہ حاصل کرنے کے لیے تنقیدی سوچ اور اجتہاد کی ضرورت ہے۔ صرف اجتہاد ہی وہ راستہ ہے جس کے زریعے مسلمان عصری دنیا کے مسائل اور تحدیات کا مقابلہ کر سکتے ہیں، اجتہاد کے بغیر اسلامی نظریات اور عصری حقائق کے درمیان پل کی تعمیر ناممکن ہے۔ اسلام کے اصول دینامی اور حرکت پذیر ہیں جبکہ ہماری سوچ و فکر میں جمود ہے۔

عصر حاضر میں اجتہاد کی ضرورت:

قرآن و سنت کے احکام اٹل ہیں انہیں تو کوئی فرد نظر انداز نہیں کر سکتا، لیکن زندگی کے مسائل کبھی ختم نہیں ہوتے۔ انسانی زندگی کے ارتقاء اور مسلسل تغیر کے باعث بہت سی معاشرتی و سماجی تبدیلیاں نمودار ہوتی ہیں۔ مختلف تہذیبوں کے اجتماع سے بھی بسا اوقات مسائل جنم لیتے ہیں، نئی نئی ایجادات کی وجہ سے بھی مسائل پیدا ہوتے ہیں نیز ہر دور اور ہر زمانے کے اپنے اپنے مسائل ہوتے ہیں۔ انسانی زندگی میں پیش آنے والے ایسے حوادث وسائل جن کے بارے میں شریعت اسلامی کے بنیادی مأخذ قرآن و سنت سے کوئی صریح حکم نہیں ملتا، اسلام ایسے مسائل کو حل کرنے کے لیے اجتہاد کا اصول و طریقہ فراہم کرتا ہے۔

اجتہاد کی ضرورت و اہمیت سے انکار کسی طور ممکن نہیں ہے۔ عصر حاضر کے متنوع مسائل کے تناظر میں اگر دیکھا

جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ گذشتہ دو تین صدیوں میں طبعی علوم میں بے پناہ انکشافات کے باعث جہاں انسانی زندگی ہزار ہا خدائی نعمتوں سے بہرہ مند ہوئی ہے وہیں یہ نعمتیں اپنے جلو میں مسائل کا ہجوم بھی ساتھ لائیں۔ یہی صدیاں مسلمانوں کے سیاسی زوال اور فکری انحطاط کی صدیاں تھیں ان دو تین سو سالوں میں مسلمانوں کے پاس خود اپنے علاقوں میں سیاسی اقتدار نہ تھا جس کی وجہ سے ان کے فکری ادارے میں کمزور ہوتے چلے گئے اب جب سیاسی آزادی کے بعد ان اداروں کے احیاء کا عمل شروع ہوا تو ان کے سامنے مسائل کا ہجوم کھڑا تھا۔ اسی پس منظر میں اجتہاد کی اہمیت عصر حاضر میں پہلے سے کئی گناہ بڑھ جاتی ہے۔

"اب نبوی دور نہیں ہے کہ کسی مسئلہ کے حکم کے لیے وحی الٰہی کا انتظار کیا جائے اب مسائل کے حل کی ذمہ داری امت مسلمہ کے مجتہدین پر ہے کہ وہ غور و فکر اور تلاش و جستجو کریں اور اجتہاد سے کام لیں۔ اجتہاد ہی وہ طریقہ ہے جس سے نت نئے مسائل حیات کا حل تجویز کیا جاتا ہے اور انسانی زندگی کے تسلسل میں جمود اور ٹھہراؤ نہیں آتا۔ اجتہاد ایک سرچشمہ ہے اور رائے اور عقل پر مبنی مآخذ مثلاً قیاس، استحسان، استصلاح اور استدلال وغیرہ بالواسطہ یا بلاواسطہ اسی سرچشمہ سے نکلی ہوئی نہریں ہیں۔ دین اسلام پر کاربند اور ہمیشہ قائم رہنے والی ملت اسلامیہ کو اللہ تعالی کی جانب سے ایسے رجال کار عطا ہوتے رہیں گے جو اسلام کی ابدیت اور اکملیت کے دعوی کی سچائی کو قائم رکھیں گے انسانوں کی زندگی سے تنگی اور مشقت دور کرتے رہیں گے اور ہر دور کے پیچیدہ انسانی مسائل کا حل قرآن و سنت کے مجموعی مزاج کی روشنی میں پیش کرتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ملتِ اسلامیہ کو امت وسط بنایا ہے جو ایک دیانت دار امت کے طور پر پہچانی جاتی ہے اور جو جس طرح مسجدوں میں اپنی عملی زندگی کا مظاہرہ کرتی ہے بلکہ اسی طرح سے بازار، کارخانے، عدل و انصاف اور حکومت کے ایوان بھی ملت اسلامیہ کے اس رجحان کے عکاس ہیں جس میں وحی الٰہی کی جھلک دیکھی جا سکتی ہے۔ ملتِ اسلامیہ کے ہر دور میں اس کی ضروریات اور وقت کے تقاضوں کے مناسب مجتہدین کا پایا جانا ضروری ہے۔"[24]

علماء کے خیال میں جن حالات میں اجتہاد کی ضرورت پڑتی ہے، اس کی عمومی طور پر درج ذیل تین صورتیں ہو سکتی ہیں:

اَ. پہلی صورت: حکم شرعی کی دریافت کی ہے، انسانی زندگی میں پیش آنے والے بعض مسائل و حوادث ایسے ہوتے ہیں، جن کے بارے میں ہم شریعت اسلامی کی نصوص سے کوئی صریح حکم تلاش نہیں کر پاتے۔ ایسے نئے مسائل سے متعلق حکم شرعی کی دریافت کے لیے اجتہاد کی ضرورت پڑتی ہے، قرآن مجید، سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اجماع امت سے ثابت صریح احکام کے الفاظ و معانی پر غور فکر اور دلالت کے طریقوں پر عمل

کرتے ہوئے مسائل کا حکم دریافت کیا جاسکتا ہے۔ بعض مسائل ایسے ہوتے ہیں جو ان نظائر سے مماثلت رکھتے ہیں جن کے احکام شریعت کی نصوص میں موجود ہوں۔ اسی صورت میں نئے مسائل اور ثابت شدہ احکام و نظائر کی علتوں کی تلاش اور ان پر غور و فکر کیا جاتا ہے اگر نئے اور پرانے مسائل کی علتوں میں یکسانیت اور اتحاد پایا جائے تو ثابت شدہ احکام کو نئے مسئلے پر نافذ کر دیا جاتا ہے[25]۔

ب. دوسری صورت: حکم کے موقع و محل کے تعین کی ہے۔ کسی مسئلے کے بارے میں شریعت کا حکم اصولی و کلی شکل میں موجود ہوتا ہے لیکن موقع و محل کی تعین کے لیے اس میں اجتہاد کی ضرورت پڑتی ہے۔ مثلاً گواہی کے متعلق قرآنِ مجید کا ایک حکم یہ ہے کہ وَ أَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِنْكُمْ وَ أَقِیْمُوْا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ۔[26] (اپنے میں سے دو عادل مردوں کو گواہ بنالو۔)

مندرجہ بالا آیات قرآنی میں گواہوں کی صفت عدالت کا ذکر ہے فقہائے کرام نے شریعت کی تمام نصوص کو مد نظر رکھتے ہوئے عدالت کا مفہوم بیان کیا ہے مثلا علامہ عبد اللہ درازؒ نے امام شاطبی (۷۹۰ھ) کی کتاب "الموافقات فی اصول الشریعہ" کے حاشیے میں عدالت کا مفہوم یوں بیان فرمایا ہے کہ یہ ایک ایسا ملکہ ہے جو تقویٰ اور مروت اختیار کرنے سے عبارت ہے۔ تقویٰ کبار سے کلی طور پر بچنے اور مروت ان چیزوں اور باتوں سے جن کو لوگ معیوب سمجھتے ہوں نفس کو بچانے کا نام ہے[27]۔ عدالت کے وصف میں تمام لوگ ایک جیسے اور برابر نہیں ہیں بلکہ اس حوالے سے ان میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ کیونکہ عدالت کا تعلق انسان کے اخلاق و کردار سے ہے۔

امام شاطبیؒ نے اس اعتبار سے عدالت کے تین درجات بیان فرمائے ہیں، "اعلی درجے میں نہایت اونچے قسم کے لوگوں کا شمار ہوتا ہے۔ عدالت کے اس درجے میں ہر دور کے چند افراد ہی آسکیں گے مثلا صحابہ کرام کے دور میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ عدالت کے اعلی درجے پر فائز تھے۔ ادنی درجے میں انسانوں کے ہاتھوں عدالت کے اوصاف پامال ہوتے رہتے ہیں۔ عدالت کے بارے میں اس درجہ کا شمار برائے نام ہی ہو سکتا ہے۔ متوسط درجہ، یہ درجہ اعلیٰ و ادنیٰ درجوں کے درمیان ہوتا ہے۔ متوسط درجے کے بہت سے درجے اور مراتب ہوتے ہیں۔ عدالت کے اعلیٰ و ادنیٰ درجوں کو سمجھنے میں کوئی دشواری نہیں ہوتی لیکن ان کے متوسط درجے کے موقع و محل کے تعین میں مشکل مقامات آتے ہیں۔ عدالت کے متوسط درجے کے بے شمار مراتب کو دریافت کرنے کے لیے اجتہاد کی ضرورت پڑتی ہے مثلاً مروت، پست باتوں اور لوگوں کے نزدیک معیوب چیزوں کے تعین میں کسی قوم کی عادات اور وہاں کے معاشرتی حالات کو دخل ہوتا ہے، انسان کی ظاہری وضع قطع بھی اس کے کردار کی صحیح تشخیص میں حتمی نہیں ہو سکتی۔ ظاہری حلیے میں دین دار نظر آنے والا ایک شخص عادی مجرم ہو سکتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ دین

داری کی ظاہری علامت سے خالی شخص اخلاق کے اعتبار سے بلند مقام پر فائز ہو اور اس کا باطن تقویٰ اور مروت جیسی صفات سے معمور ہو۔ عام طور پر کسی چیز کی ظاہری حالت کو دیکھ کر اس پر حکم نافذ کیا جاتا ہے لیکن اس کے باطنی احوال کی معرفت کا لحاظ بھی رکھا جا سکتا ہے۔"[28]

"شریعت تنگ نظری کا یہ رویہ بھی روا نہیں رکھتی کہ صرف کسی ایک بات میں شریعت اسلامی کے احکام کی خلاف ورزی پر اس شخص کی ساری زندگی گناہوں سے آلودہ قرار دے دی جائے اور اسے عدالت کے وصف سے محروم کر دیا جائے۔ کسی معاشرے کی مقامی عادات اور معاشرتی حالات وہاں کے انسان کے وصف عدالت کے تعین میں اہم کردار ادا کرتے ہیں مقامی عادات اور معاشرتی حالات میں زمان و مکان کے اعتبار سے اختلاف کی وجہ سے ہر دور میں عدالت کا معیار بدلتا رہا ہے ان معاشرتی عادات و حالات اور مقررہ اصول و ضوابط کی روشنی میں گواہی کے لیے عدالت کا معیار قائم کرنے اور اس معیار پر شاہد یعنی گواہ کو جانچنے و پرکھنے کے لیے اجتہاد کی ضرورت پڑتی ہے۔"[29]

ج. "تیسری صورت: جس میں اجتہاد کی ضرورت پڑتی ہے دشواری اور مشقت دور کرنا ہے۔ بعض اوقات کسی شرعی عذر مثلاً بیماری یا معاشرتی خرابی کے باعث شریعت کے حکم پر عمل کرنا دشوار ہو جاتا ہے اس صورت میں حکم شرعی پر عمل کرنے سے انسانی زندگی مشقت و تکلیف میں مبتلا ہو جاتی ہے ایسی صورت میں اجتہاد کی ضرورت پڑتی ہے تاکہ ایسی صورت تلاش کر لی جائے جس سے شریعت کے حکم پر بھی عمل ہو جائے اور انسانی زندگی سے دشواری اور تنگی بھی دور ہو جائے۔ کسی عذر کے باعث شرعی حکم پر عمل سے تنگی کی صورت میں اگر اصل حکم کے بدل میں شارع کا کوئی اور حکم موجود ہو تو پھر موقع و محل کی رعایت سے اصل حکم کی جگہ متبادل حکم پر عمل کر کے دشواری دور کر لی جاتی ہے جیسے معذور اور بیمار وغیرہ کے احکام اور کفارہ کے احکام ہیں اگر کسی اصل حکم کا بدل موجود ہے تو عملی زندگی میں پیدا ہونے والی دشواری دور کرنے کے لیے اجتہاد کی ضرورت پڑتی ہے جن کے ذریعے شریعت کی عطا کردہ سہولیات سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔"[30]

گزشتہ چند صدیوں سے اجتہاد سے متعلق یہ بات تسلسل سے کہی جا رہی ہے کہ علماء کرام نے اجتہاد کا دروازہ بند کر دیا ہے، لیکن یہ بات تاریخی لحاظ سے درست ثابت نہیں ہوتی اجتہاد کے بنیادی اصول وضوابط تیسری چوتھی صدی ہجری تک متعین ہو چکے تھے اس کے بعد مزید اصولوں کے تعین کی ضرورت پیش نہیں آئی اور بعد کے ادوار میں اجتہاد انہی مقرر کردہ اصولوں کی روشنی میں ہوتا رہا ہے، اسی وجہ سے یہ بات مشہور ہو گئی کہ اجتہاد کا دروازہ بند ہو گیا جبکہ اجتہاد فقہی مکاتب فکر کے متعین اصولوں کی روشنی میں وقت اور ضرورت کے مطابق جاری رہا۔

اجتہاد کی راہ میں حائل رکاوٹیں:

ایک متحرک اور رواں دواں زندگی کے مسائل کے حل کے لیے ایک متحرک اور زندہ قانون کی ضرورت پڑتی ہے لیکن مسلمانوں کے سیاسی زوال کے باعث اجتہاد جیسی عظیم قانونی طاقت اپنی صلاحیت کار کا بھرپور مظاہرہ کرنے میں ناکار رہی عصر حاضر میں اجتہادی عمل کی وہ رفتار نہیں جتنی ہونی چاہیے اس کی وجہ اجتہاد کے عمل میں حائل رکاوٹیں ہیں ان رکاوٹوں میں بڑی رکاوٹ فقہی جمود ہے اور اس جمود کی وجوہات میں کچھ غلط فہمیاں ہیں بعض دانشور حضرات اجتہاد کا معنیٰ و مفہوم سمجھے بغیر نہ صرف موضوع پر اظہار خیال کرتے ہیں بلکہ عموماً سمجھتے ہیں کہ اجتہاد سے مراد کسی مسئلہ پر آزادانہ رائے قائم کرنا ہے حالانکہ آزادانہ رائے اور خواہش نفس سے رائے قائم کرنے کا اجتہاد سے دور کا واسطہ بھی نہیں ہے دوسری رکاوٹ وہ افراط و تفریط کا رویہ ہے جو اجتہاد کے بارے میں اختیار کیا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں اصحاب فکر و دانش کے دو طبقات ہیں جن میں سے ایک طبقہ وہ ہے جو اجتہادی صلاحیتوں کے آزادنہ غور وفکر کے استعمال کو جائز اور ضروری خیال کرتا ہے اور دوسرا طبقہ اپنی تمام تر افکار کو قرآن وسنت میں صراحت سے بیان کردہ معاملات تک محدود رکھتا ہے اور اجتہاد کی حجیت اور قانون حیثیت کا قائل نہیں ہے۔

ایک اور بڑی رکاوٹ اجتہادی عمل میں یہ ہے کہ ہمارے ملک پاکستان کے اجتہادی ادارے اسلامی نظریاتی کونسل اور وفاقی شرعی عدالت مسائل کے حل میں انتہائی محنت و کوشش صرف کرتے ہیں لیکن ان اداروں میں اجتہاد سے حاصل ہونے والے احکام کو قانون کا درجہ حاصل نہیں ہو پاتا ان اداروں سے حاصل ہونے والے احکام کو پارلیمنٹ کے ذریعے قانون سازی کے عمل سے گزرنے کے بعد قانون کا درجہ دینے کی ضرورت ہوتی ہے اور ہمارے ملک کی پارلیمنٹ میں اس سلسلے میں ایسے افراد ہی موجود نہیں ہیں جو دینی و شرعی معاملات کو باریک بینی سے جانچ پرکھ کر قانون سازی کر سکیں۔ بیان کردہ ان تمام تر وجوہات کی بناء پر اجتہادی عمل کی رفتار متاثر ہو رہی ہے۔

نتائجِ تحقیق:

اجتہاد شریعت کے تفصیلی دلائل سے احکام اخذ کرنے کا نام ہے۔ محض عقلی رائے بیان کرنا اجتہاد نہیں ہے، وہ لوگ جو اس قسم کے تصور اجتہاد سے فقہ کی تشکیل جدید کے خواہاں ہیں وہ اپنے لیے الگ اصطلاح وضع کریں کیونکہ جو اصطلاح اجتہاد علماء و مجتہدین کے ہاں رائج ہے اس کا مقصد و طریقہ قرآن وسنت اور اس سے مستنبط شدہ مسلمہ اسالیب میں کسی نئے مسئلہ کا حل تلاش کرنا ہے۔ وہ لوگ اپنے اس غلط و بے بنیاد تصور سے لوگوں کو گمراہ نہ کریں۔
آئمہ و مجتہدین نے قرآن وحدیث کی روشنی میں اپنے اصول اجتہاد وضع کیے اور ان کی روشنی میں لوگوں کے پیش

آمدہ مسائل کا شرعی حل پیش کیا۔ انسانی زندگی کے ارتقاء اور مسلسل تغیر کے باعث اجتہاد کی ضرورت واہمیت سے انکار کسی طور ممکن نہیں ہے۔ اسلام ایک مکمل و جامع دین ہے اور زندگی کے ہر گوشے سے متعلق رہنمائی فراہم کرتا ہے، بے شک یہی دین قیامت تک غالب آنے کے لیے ہے۔ اجتہاد انسان کی اجتماعی زندگی کے لیے از حد ضروری ہے۔ انسانی زندگی میں پیش آنے والے ایسے حوادث و مسائل جن کے بارے میں شریعت اسلامی کے بنیادی مأخذ قرآن و سنت سے کوئی صریح حکم نہیں ملتا، اسلام ان مسائل کو حل کرنے کے لیے ایک طریقہ فراہم کرتا ہے جو اجتہاد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو منصب رسالت و نبوت عطا فرمانے کے ساتھ ساتھ آپ کو تشریعی اختیارات بھی تفویض فرمائے تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے خود بھی اجتہاد فرمایا اور صحابہ کرامؓ کو بھی اس کی تربیت دی اور یوں شرعی احکام کے استخراج واستنباط کا کام امت مسلمہ کو تفویض ہوا۔

آج کل عام طور پر ایک بات تسلسل کے ساتھ کہی جارہی ہے کہ علماء کرام نے اجتہاد کا دروازہ بند کردیا ہے اور جمود کو امت پر مسلط کردیا ہے جس کی وجہ سے امت پر ترقی کے دروازے مسدود ہیں، لیکن یہ بات تاریخی لحاظ سے درست ثابت نہیں ہوتی۔ جہاں تک اجتہاد کے بنیادی اصول وضوابط کے تعین کی بات ہے، اس کا دروازہ تو ابتدائی تین صدیوں کے بعد اس لحاظ سے بند ہے کہ اس کے بعد اجتہاد کا عمل انہی دائروں میں ہوتا آرہا ہے جو مسلمہ فقہی مکاتب فکر نے طے کر دیئے تھے اور یہ دروازہ کسی کے بند کرنے سے بند نہیں ہوا بلکہ ضرورت پوری ہونے کے بعد فطری طور پر خود بخود بند ہو گیا، البتہ مسلمہ فقہی مکاتب فکر کے متعین اصولوں کے دائرہ میں اجتہاد وقت اور ضرورت کے مطابق جاری رہا۔

اسلامی شریعت کا بنیادی مقصد اپنے پیروکاروں کو رہنمائی اور زندگی گزارنے کے طریقے کی طرف رہنمائی کرنا ہے۔ اسلام اب ایشیا، افریقہ، یورپ سے نکل کر بہت سے براعظموں میں پھیل چکا ہے، ان حالات میں عصر حاضر کے مسائل سے نمٹنے کے لیے اجتہاد کی ضرورت ہے، صرف اجتہاد ہی وہ راستہ ہے جسکے زریعہ مسلمان عصری مسائل و تحدیات کا حل پیش کرسکتے ہیں۔

تجاویز:

عصر حاضر میں اجتہاد جیسی عظیم قانونی قوت سے بھرپور طریقے سے مستفید ہونے اور اجتہادی عمل کو تیز اور مؤثر بنانے کے لیے چند امور پر توجہ دینا اور تجاویز پر عمل کرنا ضروری ہے:

اَ۔ علماء وفقہاء کی ذمہ داری ہے کہ وہ اہل علم ودانش میں اجتہاد کا صحیح تصور اجاگر کرنے کی کوشش کریں۔

ب. عملی طور پر اجتہاد کو فعال بنانے کے لیے حکومتی سرپرستی کی ضرورت ہے حکومت پارلیمنٹ میں ایک واضح تعداد میں ایسے علماء وفقہاء اور ماہرین دین کو شامل کرے جو صحیح معنوں میں اجتماعی اجتہادی ادارے، اسلامی نظریاتی کونسل اور وفاقی شرعی عدالت سے حاصل ہونے والے احکام کو قانون کا درجہ دلا سکیں۔

ج. دور جدید کی سائنسی ترقی سے بھی اہل عمل کو فائدہ اٹھانا چاہیے، اسلامی نظریاتی کونسل اور اعلی عدالتوں کے علمی و تحقیقی مراکز کو پاکستان بلکہ دنیا بھر کے علمی مراکز، جامعات، دارالعلوم اور دارالافتاء وغیرہ سے بذریعہ انٹر نیٹ اور ای میل رابطہ رکھنا چاہیے تاکہ زیادہ سے زیادہ اہل علم کی رائے سے فائدہ اٹھایا جاسکے اس طرح وجود میں آنے والا آج کا اجتہاد زیادہ قوی اور مضبوط ہوگا جو اس طریق کار کو اپنانے سے بعض امور پر اجماع کا انعقاد بھی ممکن ہوگا جو مستقبل میں امت کی وحدت کو تقویت پہنچانے میں ممد ومعاون ثابت ہوگا۔

د. عصر حاضر کے علماء ومفکرین آج کے دور میں اجتماعی اجتہاد پر زور دیتے ہیں ضرورت اس امر کی ہے کہ ملک پاکستان میں بھی ایک فقہ اکیڈمی قائم کی جائے جس میں فقہی جمود سے ہٹ کر تمام مسالک فقہیہ کی آراء کو ملحوظ رکھتے ہوئے فیصلے کئے جائیں ملک کو انتشار وافتراق سے بچانے کے لیے اجتماعی اجتہاد کے راستے آسان کئے جائیں تا کہ امت کو ایک وحدت میں پرویا جاسکے جو کہ وقت کی اہم ضرورت ہے۔

حوالہ جات:

[1] عرفان خالد ڈھلوں، علم اصولِ فقہ، اسلام آباد، شریعہ اکیڈمی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، ۲۰۰۶ء، ج۷، ص۶

[2] القرآن۔ سورۃ المائدہ آیت ۳

[3] ایضاً۔ سورہ التوبہ آیت ۳۳

[4] علم اصولِ فقہ، ج۳، ص۸

[5] محمد حنیف ندوی، مسئلہ اجتہاد، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۵۲ء، ص۱۱۸

[6] علم اصولِ فقہ، ج۳، ص۸

[7] محمد بن ادریس شافعی، الرسالۃ، باب الاجتہاد، تحقیق احمد شاکر، قاہرہ: مصطفی البابی الحلبی، ۱۳۹۰ھ، ص۴۸۷

[8] ابو الحسن ماوردی، ادب القاضی، بغداد: ارشاد، ۱۹۷۱ء، ج۱، ص۴۹۰

[9] سیف الدین آمدی، الاحکام فی اصول الاحکام، بیروت، دارالکتب العلمیہ، ۲۰۰۹ء، ج۲، ص۳۹۲

[10] ابی اسحاق شاطبی، الموافقات فی اصول الشریعہ، لاہور: رحمانیہ، س ن، ج۴، ص۸۹

[11] وہبہ زحیلی، اصول الفقہ الاسلامی، تہران: داراحسان، ۱۹۹۸ء، ج۲، ص۱۰۳۹

[12] محمود احمد غازی، محاضرات فقہ، لاہور: الفیصل ناشران، ۲۰۰۸ء، ص ۳۳۰۔۳۳۲

[13] القرآن۔ سورۃ الحشر آیت ۲

[14] ابی بکر محمد بن احمد بن ابی سہیل سرخسی، اُصول سرخسی، بیروت: دارالفکر، ۲۰۰۵ء، ص ۳۸۳

[15] ابوعبداللہ محمد بن احمد قرطبی، الجامع الاحکام القرآن، بیروت: دارالکتب العلمیہ، س ن، ج۴، ص۱۸

[16] محمد یوسف فاروقی، علم اصول فقہ، مرتبہ عرفان خالد ڈھلون، اسلام آباد: شریعہ اکیڈمی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، ۲۰۰۶ء، ج۳، ص۳

[17] القرآن۔ سورۃ البقرہ آیت ۱۵۰

[18] ایضاً۔ سورۃ النحل آیت ۱۶

[19] محمد بن ادریس شافعی، الرسالۃ، بیروت، مکتبہ العلمیہ، س ن، ص۶۱

[20] ابوداؤد، سنن ابوداؤد، کتاب القضایا، باب فی قضاء القاضی اذا اخطاء رقم الحدیث ۳۵۸۵

[21] ایضاً۔ باب اجتہاد برای فی القضاء رقم الحدیث ۳۵۹۲؛ ترمذی، جامع ترمذی، ابوابالاحکام ما جاء القاضی کیف یقتضی فی، رقم الحدیث ۱۳۲۷

[22] محمد یوسف فاروقی، علم اصولِ فقہ، ج۳، ص۲

[23] ایضاً۔ ص۸

[24] ابی اسحاق شاطبی، الموافقات، بیروت: دارالحیاء التراث العربیہ، ۲۰۰۱ء، ج۳، ص۳۷

[25] القرآن۔ سورۃ الطلاق آیت ۲

[26] ابی اسحاق شاطبی، الموافقات فی اصول الشریعہ، ج۳، ص۳۷

[27] الموافقات، ج۴، ص۳۷

[28] علم اصولِ فقہ، ج۱، ص۱۰

[29] ایضاً۔ ص۱۱

[30] ایضاً